تقسیم سے قبل بہاول پور میں اردو سلام گوئی کی روایت
Urdu Salam in Bahawalpur: Before Partition

منیر احمد[i] یوسف نون[ii]

Abstract:

This article consists of Urdu Salam, Tradition of Salam in brief as well as a comprehensive tradition of Urdu Salam in Bahawalpur (Former State) before 1947. Brief introduction of various poets along with samples from their poetry and its research and critical analysis has done in this article. This is a comprehensive article on Tradition of Salam in Bahawalpur.

Keywords: Poetry, Introduction of Salam, Tradition of Salam in Bahawalpur, Salam's published in Journals of Bahawalpur.

یہ آرٹیکل اردو سلام ، سلام کی مختصر روایت کے ساتھ ساتھ بہاول پور(سابق ریاست) میں ۱۹۴۷ء سے قبل سلام کی جامع روایت پر مشتمل ہے۔ مختلف شعراء کے مختصر تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے کلام سے نمونے اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ بھی اس آرٹیکل میں کیا گیا ہے۔بہاول پور میں سلام کی روایت پر یہ جامع آرٹیکل ہے۔

کلیدی الفاظ: اردو شاعری ، سلام کا تعارف ، بہاول پورمیں سلام کی روایت ، بہاول پور کے جرائد میں شائع ہونے والے سلام ۔

سلام ایک ایسی صنفِ سخن ہے جسے مرثیہ گو شعراء نے بامِ عروج تک پہنچایا۔ سلام عموماً غزل کی ہئیت میں لکھا جاتا ہے اس میں مطلع اور مقطع ہوتا ہے۔ قوافی کی ترتیب بھی غزل کی ہیئت کے مطابق ہوتی ہے۔ سلام کا شعر بھی وحدت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کا دوسرے شعروں کے ساتھ مربوط ہونا ضروری نہیں ہے۔ شعروں کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ ایجاز واختصار اور نکتہ سنجی کو سلام گو شعراء بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔ جہاں تک فارم کا تعلق ہے سلام اور غزل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جس محفل میں سلام سنائے جاتے ہیں مشاعرہ کے وزن پر مسالمہ کہلاتی ہے۔

سلام کی فضاء غزل کی فضاء سے اس وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے کہ غزل کے وہ مضامین جن کا تعلق عشق سے ہے سلام سے خارج ہے۔ سلام نے مرثیہ کے بطن سے جنم لیا ہے۔ مرثیہ کے تمام مضامین اس میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔

مناقبؓ حسینؓ، مناقب شہدائے کربلا، مصائب آل رسول ﷺ اور شہدائے کربلا کے واقعات،

[i] پی ایچ۔ ڈی اسکالر ، شعبہ اردو ، بہاءُ الدین زکریا یونی ورسٹی ، ملتان۔
[ii] پی ایچ۔ ڈی اسکالر ، شعبہ اردو ، بہاءُ الدین زکریا یونی ورسٹی ، ملتان۔

شجاعت و شہادت جیسے مضامین کے علاوہ عام اخلاقی اور تمدنی امور سے بھی اعتنا کیا جاتا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی سلام کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

> ''غزل کی لے اس قدر کانوں میں رَچ چکی تھی کہ ان لوگوں (مرثیہ گو شعراء) کو بھی اس انداز میں کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑا تھا۔ اس بناء پر انہوں نے غزل کی طرز پر سلام ایجاد کیا۔ سلام میں مضمون کے لحاظ سے ہر شعر الگ الگ ہوتا ہے۔ سلام کی خوبی یہ ہے کہ طرح شگفتہ اور نئی بندش سادہ اور صاف، مضمون درد انگیز اور پُر تاثیر ہو۔''[۱]

سلام کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند جین کہتے ہیں:

> ''شمال میں جب مرثیہ بالعموم مسدس کی شکل میں لکھا جانے لگا تو غزل کی ہیت والا سلام مرثیے سے بالکل ممیّز ہو گیا۔''[۲]

مزید ڈاکٹر گیان چند سلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ غزل کی ہیئت میں ہوتا ہے اور اس کا ہر شعر معنوی اعتبار سے آزاد ہوتا ہے۔ اس کا موضوع شہداء کربلا کے متعلق ہوتا ہے۔''[۳]

چراغ علی، ڈاکٹر کے بقول:

> ''دکن میں اکثر مرثیے غزل کی ہیئت میں ہوتے تھے اس لیے وہاں سلام اسی مرثیے کو کہا گیا جس کی ردیف میں سلام علیک، السلام، مرحبا یا صلوات شامل ہے۔''[۴]

شمیم احمد کے بقول:

> ''یہ ایک مخصوص قسم کی نظم ہوتی ہے جو عموماً غزل کی ہیئت میں لکھی جاتی ہے اور جس میں مرثیے کی مانند کربلا کے واقعات کا ذکر اور شہداء کربلا کے فضائل حسنہ کے بیانات نظم کیے جاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ مختلف اخلاقی مضامین بھی لائے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ نعتیہ نظمیں بھی جن میں حضور سرورِ کائنات کی تعریف کی جاتی ہے اور جن میں لفظ ''سلام'' استعمال کیا جاتا ہے، سلام کہلاتی ہیں۔''[۵]

سلام ہیئت، لوازم اور حدود کے بارے میں یہ باتیں ناقدان مرثیہ کے ہاں تقریباً مروجہ مسمات کا درجہ رکھتی ہیں مگر شیخ چاند مرحوم نے ان سے اختلاف کیا ہے اسی اختلاف کی بنیاد سودا کے تین سلام ہیں جو

غزل کی ہیئت اور مربع ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"سلام کے جو لوازم اور مہمات موضوع حال کے سلام گو شعراء نے مقرر کر لیے ہیں ان کی سودا کے زمانے میں تجدید و تعین نہیں ہوئی تھی اس کے زمانے میں سلام کہنے کا مدعا صرف یہ تھا کہ شہیدان کربلا اور خصوصاً امام حسینؑ کی جناب میں عقیدت مندانہ سلام و نیاز کا تحفہ بھیجا جائے، جیسا کہ اس زمانے کے شاعروں کے اور خصوصاً سودا کے ہر سلام سے ثابت ہے۔"[۷]

شیخ چاند مرحوم نے میر کے ایک مربع سلام کا بھی حوالہ دیا ہے بات یہ ہے کہ میر و سودا کے یہ سلام اس دور کی تخلیقات ہیں جب سلام کے لوازم پوری طرح متعین ہی نہیں ہوئے تھے۔ گویا یہ تجرباتی چیزیں ہیں آج سلام کا اطلاق انہی نظموں پر ہوگا جو مقررہ شرائط و ضوابط پر پوری اتریں گی۔

مرثیہ کے عام مضامین کے علاوہ سلام میں دوسری نوعیت کے جو مضامین بیان کیے جاتے ہیں وہ بعض اوقات اس حد تک غزل کے رنگ میں ہوتے ہیں کہ اپنے الفاظ معانی اور پیرائیہ اظہار کے اعتبار سے وہ غزل ہی کے اشعار معلوم ہوتے ہیں۔ حسب ذیل اشعار میر انیس کے سلاموں سے لیے گئے ہیں۔

یہ جھریاں نہیں ہاتھوں پہ، ضعیف پیری نے — چنا ہے جامہ ہستی آستینوں کو
خیال فاطمہ احباب چاہیے ہر دم — انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو
تمام عمر جو کی سب نے بے رخی ہم سے — لیکن ہم بھی عزیزوں سے منہ چھپا کے چلے
انیس دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ — چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے
ایک کشکول لو کل ایک نقد جاں ہے پاس — ہیں غنی دل کے کوئی دام و درم رکھتے نہیں[۷]

اختر منیر سید:

سید اختر منیر ۱۶ جون ۱۹۲۱ء کو احمد پور میں پیدا ہوئے[۸] پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ادبی رسالہ "سخنور" بہاول پور سے جاری کیا۔ علمی ادبی محفلیں ان کا مشاغل تھیں۔ انہوں نے کم و بیش تمام صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔

سلام اے مومن کامل، سلام اے عاشق باری — سلام اے واقف اسرار، اے قرآن کے قاری
سلام اے حق پرست، اے عزم و استقلال کے پیکر — سلام اے جان آزادی سلام اے روح بیداری[۹]

سید اختر منیر کا سلام مطبوعہ ہے اور قصیدہ ہیئت میں ہے۔ صنعت حسن تعلیل کی مثال ملاحظہ ہو۔

ید بیضا میں تیرے صبح کاذب کا گریباں ہے
شفق کی طرح فریادی ہے تیرے خوں کی گل کاری [۱۰]

سید اختر منیر کے کلام میں منفرد قافیہ اور ردیف کا فنکارانہ استعمال ملتا ہے اور لمبی بحروں کا سہارا لیا ہے۔

حیات میرٹھی :

حیات میرٹھی ۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو چھاؤنی بھوپال میں پیدا ہوئے۔[۱۱] آبائی وطن قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ ہے جو مولوی عبدالحق کا بھی آبائی قصبہ ہے۔ ۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان آگئے۔ کچھ عرصہ راولپنڈی اور کراچی میں رہے اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں بہاول پور آکر سکونت اختیار کرلی۔ فوٹو گرافری کا پیشہ اپنایا۔ ادبی وسیاسی حلقوں سے لاتعلّقی رہی لیکن بہت جلد ''انجمن کاروانِ ادب'' تنظیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۰ء تک بہاول پور کا ادبی رسالہ ماہ نامہ ''سخن ور'' ان کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ ۴ جنوری ۱۹۰۹ء کو انھوں نے ہفت روزہ ''آفتاب مشرق'' کا اجراء کیا جو اب تک چل رہا ہے۔ ''کاروانِ ادب'' اور ''بزم سخن ور'' کے زیر اہتمام اکثر مشاعرے ان کے گھر منعقد ہوتے تھے۔

حیات میرٹھی کے سلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

وفا کی راہ پر سب کچھ لٹا دیا جس نے — قضا کی گود میں درس بقا دیا جس نے
بنائے قیصر ستم کو ہلا دیا جس نے — یزیدیت کے دلوں کو بجھا دیا جس نے [۱۲]

حیات میرٹھی کا سلام قصیدہ ہیت اور مثنوی ہیت میں ہیں۔ انکے سلام میں تکرار لفظی، صنعت تضاد، علامات اور تراکیب وافر مقدار میں ملتی ہیں۔ حیات میرٹھی نے روایتی انداز میں نظم گوئی کی ہے۔ تکرار لفظی کی مثال ملاحظہ ہو۔

پرزے پرزے کر دیا شیطانیت کا تو نے جال
تیرے اوصاف حمیدہ کی نہیں ملتی مثال [۱۳]

شہاب دہلوی:

مسعود حسن شہاب ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔[۱۴] ''الہام'' کے نام سے ایک ماہ

نامہ جاری کیا جو بعد میں ہفتہ وار بن گیا۔ ان کا مجموعہ ''گل و سنگ'' کے نام سے شائع ہوا۔

شہاب دہلوی کے سلام امام عالی مقام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

سلام اے پیکر عزیمت سلام جان رسول تجھ پر　　نثار تجھ پر بہار دنیا نثار جنت کے پھول تجھ پر
خدا کو مطلوب تھی جو خاطر کھلا تھا باب قبول تجھ پر　　تمام تر منکشف ہوئے تھے رضائے حق کے اصول تجھ پر
سلام زہراؓ کے لال تجھ پر سلام پود بتولؓ تجھ پر [۱۵]

شہاب دہلوی کا سلام مطبوعہ ہے اور مخمس ترکیب بند میں ہے۔ ان کے سلام میں مختلف تراکیب استعمال کی گئی ہیں صنعت کنایہ کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

عدو سے خنجر کی نوک پر بھی جو تو نے حق کی گفتگو کی
گنوا کے جان عزیز تو نے حیات ملت کی آرزو کی

طویل بحر کی مثال ملاحظہ ہو۔

جو زخم قلب و جگر پہ کھائے وہ زخم مہکے گلاب بن کر
زمین پہ جو قطرہ خوں کا ٹپکا اٹھا وہ موج شراب بن کر [۱۶]

شہاب دہلوی کے کلام میں لکھنوی انداز ملتا ہے وہ الفاظ و مضامین کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ عام مضامین کو الفاظ کے ذریعے مشکل و گہرا بنا دیتے ہیں۔

ظہور نظرؔ:

ظہور نظرؔ پولیس لائنز ساہیوال میں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی سات سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔[۱۷] تعلیم کیلیے قادیان بھیج دیا گیا۔ قادیان سے لدھیانہ سکول میں داخلہ لیا۔ لدھیانہ میں ساحر لدھیانوی، اعجاز اکرم، ابن انشاء، حافظ لدھیانوی اور حمید اختر سے ملاقات ہوئی۔ پھر لدھیانہ سے دہلی چلے گئے مگر وہاں ان کا دل نہ لگا پھر لدھیانہ آگئے ظہور نظرؔ لدھیانہ سے بہاول پور اپنی بہن کے ہاں آئے اور یہاں کے محکمہ انہار میں ڈرافٹسمین کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔ ۱۹۳۹ء میں ''ستلج'' اخبار کی ادارت میں شامل ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں ان کا شعری مجموعہ ''بھیگی پلکیں'' کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۶۶ء تک کی نظموں کا مجموعہ ''ریزہ ریزہ'' کے نام سے شائع ہوا۔ ایک اور شعری مجموعہ ''وفا کا سفر'' کے نام سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا اور ۱۹۸۷ء میں ان کی کلیات مرتب کر کے شائع کی گئی۔[۱۸] ظہور نظرؔ کے سلام امام عالی مقام

سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں۔

سلام تجھ پہ کہ تیری ضیاؤں ہی سے ہے — اُفق سے تابہ نور افق نور حق کی سرداری
سلام تجھ پہ کہ تیری اداؤں ہی سے ہے — جہاں میں غربت انسان کی ناز برادری
سلام تجھ پہ کہ تیرے لہو کے نم سے ہے — زمین صبر کے اشجار میں ثمر داری
سلام تجھ پہ کہ تیرے جہاد ہی سے ہوئی — خودی کے تخت سے باطل کی دست برداری[19]

ظہور نظرؔ کا سارا کلام مطبوعہ ہے۔ سلام بعنوان ''عدوئے برتری رنگ و نسل و ذات سلام'' میں پہلے تین مصرعے القاب کے لیے مختص ہیں۔ باقی پورا سلام کربلا کے اثرات کی تصویر ہے ایک اور سلام آزاد نظم میں ملتا ہے جبکہ تیسرا سلام تراکیب بند ہیت میں ہے۔ تراکیب بند ہیت سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے:

ابر جو اُٹھا تھا تیری تشنگی کے بحر سے — سوکھنے دے گا نہ تسلیم و رضا کی کھیتیاں
خون جو تیرے چشمہ حلقوم سے جاری ہوا — تاابد منہ زور رکھے گا وفا کی ندیاں
اے حسینؓ اے منبع جوئے شہیدان کربلا — سلام اے جان دل اے دلبر جان سلام[20]

ظہور نظرؔ کے کلام میں لفظی صنعت گری جھلکتی ہے۔ وہ کہیں دانستہ لغت کو گہرا کر جاتے ہیں۔ ان کے سلام میں بہت سے مشکل الفاظ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان تمام سلاموں کا مقصد فقط حسینؓ کی ذات سے محبت کا اظہار ہے۔

عبدالحمید ارشدؔ:

عبدالحمید ارشدؔ ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء میں خانکی میں پیدا ہوئے۔ گونمنٹ ہائی سکول گجرات اور گورنمنٹ کالج گجرات میں تعلیم پائی بعدازاں بہاول پور میں ملازمت کے سلسلہ میں آئے۔[21] ان کے والد نذیر احمد شاعر تھے اس لیے شاعری انہیں ورثے میں ملی۔ اپنے والد سے انہوں نے علم عروض سیکھا اور ادبی سرگرمیوں میں فعال ہوئے۔ ملازمت کے سلسلہ میں انہیں بہاول پور، بہاولنگر، خان پور، رحیم یار خان اور ملتان رہنا پڑا۔ اور یوں ۱۹۶۲ء میں جب ریٹائر ہوئے تو ان کا قیام ملتان میں تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ادبی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ وہ ''رائٹر گلڈ پاکستان'' اور ''حسرت موہانی اکیڈمی لاہور'' کے ممبر رہے۔ ایک ادبی تنظیم ''ارشد اکیڈمی'' کی بنیاد رکھی۔ ان کے شعری مجموعے ''تبسمات''، ''نئے چراغ''، ''صحرا کے پھول''، ''جمال سحر'' اور داغ داغ اُجالا''، ان کی زندگی میں شائع ہوئے۔

عبدالحمید کا انتقال ۱۹۸۷ء میں ہوا۔[۲۲] ان کی شاعری میں موضوعات کی رنگارنگی، سوز گداز اور نئی تشبیہیں اور استعارے ملتے ہیں ان کے سلام امام عالی سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

حسینؓ جس نے تحمل کی انتہا کر دی — حسینؓ صبر کو جس نے نیا وقار کر دیا
حسینؓ جس نے اُٹھایا تمام بار الم — حسینؓ جس نے غموں کو بلند بانگ کیا[۲۳]

عبدالحمید ارشد کا سلام مطبوعہ ہے اور ہیت کا ایک نیا تجربہ ہے۔ انہوں نے عبدالحق شوقؔ کی منقبت امام عالی مقام کے پہلے مصرعے کو تضمین کے طور پر استعمال کیا اور پھر اس کے بعد اپنی منقبت امام عالی مقام شروع کر دی اور آخر مصرعہ تضمین کا لے کر اس منقبت کو ختم کر دیا ہے، یہ انداز بہت کم شعراء کے ہاں ملتا ہے۔ عبدالحمید ارشدؔ کے کلام میں لفظوں کو نگوں کی طرح جڑا گیا ہے۔ الفاظ کے چناؤ اور استعمال میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کے ہاں زندگی کی پھیلی ہوئی وسعتوں کا بیان اور انفرادی لب و لہجہ ہے۔ ملی اور قومی احساسات نظموں کے موضوع ہیں۔

وہی حسینؓ کے مر کر بھی آج زندہ ہے
اسی حسینؓ کو رتبہ ملا شہادت کا
"حسینؓ" کی ضرورت تھی کربلا کے لیے"[۲۴]

عزیز وطنیؔ:

عزیز وطنیؔ یکم جون ۱۹۱۲ء جو جالندھر شہر میں پیدا ہوئے۔[۲۵] پانچ سال کی عمر میں ہی اپنے والد ماسٹر نور محمد کے ساتھ بہاول پور آئے۔ پرائمری سے کالج تک کی تعلیم بہاول پور میں حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں تعلیم و تربیت جسمانی کا کورس مدراس سے پاس کیا۔ ۲۹ سال کے طویل عرصہ ملازمت کے بعد یکم جون ۱۹۷۰ء کو ایس ای کالج بہاول پور سے ریٹائرڈ ہوئے۔ بہاول پور میں ہر ادبی محفل میں وہ شرکت کرتے۔ بیشتر ادبی اداروں کے با قاعدہ رکن رہے۔ عزیز وطنیؔ کے سلام امام عالی مقام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

سلام اے شاہ ذیشان تاجدار کربلا — سلام اے مرد میداں شہسوار کربلا
مرحبا تو نے نئی اسلام کو دی زندگی — سلام اے باعث صد افتخار کربلا[۲۶]

عزیز وطنی کا سلام امام عالی مقام قصیدہ ہیت میں ہے۔ ان کے سلام میں جدید مسائل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ سلام مطبوعہ ہے مذکورہ بالا دو اشعار میں القاب و ترکیب دیکھنے کو ملتی ہے۔

اب بھی ہیں جور و ستم لیکن نہیں کوئی حسین آکے دکھلائے جو دنیا کو بہار کربلا
مل گئی جنت اُسے اور ہو گیا وہ کامگار بن گیا جو صدق دل سے سوگوار کربلا[۲۷]

حکیم عبدالحق شوق:

عبدالحق شوقؔ شاعر بھی تھے صحافی، معلم اور طبیب بھی تھے شاعری کے سلسلے میں آپ نے جناب واجد علی زار بلگرامی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد شوقؔ نے کافی عرصہ تک عیشؔ فیروز پوری سے اصلاح سخن حاصل کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے سبب انہوں نے اپنا مقام حاصل کر لیا اور بہاول پور کے ادبی حلقوں میں ایک ممتاز شاعر کی حیثیت سے دیکھے جانے لگے۔

شوقؔ ۱۹۰۹ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔[۲۸] شوقؔ تعلیم سے فارغ ہو کر محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی تا دم زیست وہ درس و تدریس کے مشغلے میں مصروف رہے۔ رحلت کے وقت آپ گورنمنٹ عباسیہ ہائی سکول بہاول پور میں ٹیچر تھے۔ ان کی تمام زندگی عالم عشرت میں بسر ہوئی۔ ۱۶ اپریل ۱۹۸۸ء کو قضا کے ظالم ہاتھوں نے شوقؔ کو ہم سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا[۲۹] لیکن شوقؔ نے فکر و فن کے جو چراغ اپنے خون جگر سے روشن کیے ہیں وہ ہمیشہ فروزاں رہیں گے۔

شوقؔ کی وفات کے بعد بہاول پور کے ادبی حلقوں میں انتہائی غمی کی لہر دوڑ گئی اور ماہنامہ ''سخنور'' بہاول پور اور ہفت روزہ ''العزیز'' بہاول پور نے ان کی یاد میں خصوصی شمارے ''شوق نمبر'' کے نام سے شائع کیے۔

شوقؔ کی شاعری میں تخیل کی بلندی اور اسلوب میں نفاست پائی جاتی ہے۔ آپ کا رنگ تغزل بھی نہایت پاکیزہ تھا انہوں نے صدیوں کی تاریخ کو دو مصرعوں میں اس طرح سمونے کی کوشش کی ہے۔

ہنوز تشنہ تکمیل تھا مذاقِ خلیل
حسینؓ ہی ضرورت تھی کربلا کے لیے[۳۰]

شوق کے اس دوسرے مصرعے کو بہت سے دوسرے شعراء نے اپنے کلام میں تضمین کے طور پر استعمال کیا ہے۔

مجید تمنا:

عبدالمجید تمناؔ پھلور ضلع جالندھر ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور اُردو میں ایم۔اے کیا۔ عزیزؔ تخلص کرتے تھے۔ ۱۹۵۹ء میں بہ سلسلہ ملازمت بہاول پور آئے۔[۳۱] بہاول پور میں "بزم ادب" اور "بزم سخن" جیسی ادبی تنظیموں کی بنیاد ڈالی۔ مجید تمناؔ نے ہر صنف سخن مثلاً غزل، مثنوی، نظم، نعت، قصیدہ، رباعی، قطعہ، مرثیہ اور سلام میں طبع آزمائی کی ان کے کلام سے انتخاب کے طور پر سلام امام عالی مقام ملاحظہ فرمایئے۔

یزید کو ہوئی حاصل نہ بیعت شبیرؓ بڑے جتن کیے تکمیل مدعا کے لیے
یزیدیت کی اطاعت سے برملا انکار عیار باطل و حق دین مصطفیٰؐ کے لیے[۳۲]

مجید تمناؔ کے سلام مطبوعہ ہیں قصیدہ ہیت میں ہیں ان کے دستیاب سلاموں میں صنعت تقابل، صنف تلمیح، صنعتِ تکرار لفظی کی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ صنعتِ تکرار لفظی کی مثال ملاحظہ ہو۔

ستم رسیدہ تمنا جہاں جہاں سے جہاں
جہاں جہاں کی نظر کربلا کی جانب ہے[۳۳]

المختصر بہاول پور میں یوں تو تمام اصناف ادب میں طبع آزمائی کی گئی بطور خاص سلام کی صنف میں زیادہ لکھا گیا۔ اگر غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو بہاول پور کا سلام معیار اور مقدار دونوں صورتوں میں کسی بڑے ادبی مرکز کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ بہاول پور کے استاذان فن نے صنف سلام کو بطور خاص اپنے کلام میں رکھا۔

حوالہ جات

۱۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی (مرتب)، کشافِ تنقیدی اصطلاحات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، ۱۰۳۔
۲۔ ڈاکٹر گیان چند جین، ادبی اصناف (لاہور: بھٹو پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۸ء)، ۹۴۔
۳۔ ایضاً۔
۴۔ ڈاکٹر چراغ علی، اردو مرثیے کا ارتقاء، بیجاپور اور گولگنڈہ میں (حیدر آباد: حیدر اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء)، ۱۳۰۔
۵۔ شمیم احمد، اصناف سخن اور شعری ہیتیں (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، س۔ن)، ۱۹۶۔

۶۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ۱۰۳۔

۷۔ ایضاً، ۱۰۳۔

۸۔ حیات میرٹھی، بہاول پور کا شعری ادب (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۷۱ء)، ۳۴۰۔

۹۔ حیات میرٹھی، خیابان عقیدت (بہاول پور: ادارہ آفتاب مشرق، ۱۹۸۰ء)، ۲۱۹۔

۱۰۔ ایضاً، ۲۱۹۔

۱۱۔ حیات میرٹھی، بہاول پور کا شعری ادب، ۱۰۹۔

۱۲۔ حیات میرٹھی، خیابان عقیدت، ۱۰۷۔

۱۳۔ ایضاً، ۱۰۷۔

۱۴۔ حیات میرٹھی، بہاول پور کا شعری ادب، ۲۴۷۔

۱۵۔ حیات میرٹھی، خیابان عقیدت، ۱۲۰۔

۱۶۔ ایضاً، ۱۲۱۔

۱۷۔ رب نواز کاوش، بہاول پور میں اردو زبان وادب کا آغاز وارتقاء، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، ۲۳۴۔

۱۸۔ ایضاً، ۲۳۴۔

۱۹۔ ظہور نظر، کلیات ظہور نظر (ملتان: روحانی آرٹ پریس، جولائی ۱۹۸۷ء)، ۳۷۔

۲۰۔ ایضاً، ۴۴۔

۲۱۔ رب نواز کاوش، بہاول پور میں اردو زبان وادب کا آغاز وارتقاء، ۸۲۔

۲۲۔ ایضاً، ۸۲۔

۲۳۔ حیات میرٹھی، خیابان عقیدت، ۸۲۔

۲۴۔ ایضاً، ۸۲۔

۲۵۔ حیات میرٹھی، بہاول پور کا شعری ادب، ۲۳۴۔

۲۶۔ حیات میرٹھی، خیابان عقیدت، ۲۶۵۔

۲۷۔ ایضاً، ۸۲۔

۲۸۔ حیات میرٹھی، بہاول پور کا شعری ادب، ۹۸۔

۲۹۔ ایضاً، ۹۹۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ ایضاً، ۳۲۷۔

۳۲۔ حیات میرٹھی، خیابان عقیدت، ۱۲۱۔

۳۳۔ ایضاً، ۱۳۸۔